وہ توقد سے زیادہ طویل ہے۔ غرضیکہ بدن اور جسم کے وہ عیوب بیان کرنا جس سے کہ متعلقہ اشخاص کی تحقیر ہو۔ ان سب کی ممانعت ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ سے ایک مرتبہ صرف اس وجہ سے ناراضگی ظاہر کی تھی کہ انہوں نے ایک خاتون کے پستہ قد ہونے کو عیب دار بتایا تھا۔

(ابو داؤد شریف)

چھٹی قسم: کسی کے طرزِ زندگی پر کیچڑ اچھالنا، کہ فلاں تو نہایت غیر مہذب طریقہ سے زندگی گذار رہا ہے اور فلاں کے طریقہ زندگی میں یہ خرابیاں ہیں۔ کھانا بے ڈھنگے طریقہ سے کھاتا ہے، پانی ایک ہی سانس میں جانوروں کی طرح پی جاتا ہے وغیرہ۔

ساتویں قسم: کسی کو نسب کے اعتبار سے بدنام اور رسوا کرنا کہ ارے تم کیا بات کرتے ہو اس کا تو نسب تک درست نہیں ہے اور فلاں فلاں لوگوں کے آباء و اجداد نہایت رذیل تھے وغیرہ، اور یہ مرض تو اب بہت عام ہو گیا ہے کہ ذات پات کی بنیاد پر پوری پوری عصبیت جاہلیہ کی عمارتیں کھڑی کی جاتی ہیں۔

آٹھویں قسم: معاشرہ میں بعض فطری کمزوریوں پر نشاندہی کرتے ہوئے اس کے عادات و اطوار پر انگلی اٹھانا۔ فلاں بہت سوتا ہے۔ اسے کام کرنے کا سلیقہ نہیں وہ تو نہایت بے وقوف شخص معلوم ہوتا ہے ارے وہ تو نہایت بازاری قسم کا آدمی ہے۔ ہمیشہ لوگوں کو اس کی بے وقوفی سے پریشان ہونا پڑتا ہے۔ سونے پر آجائے تو دن چڑھے تک سوتا ہی رہتا ہے وغیرہ

نویں قسم: کسی شخص کی عبادات میں خامی اور کمی تلاش کرنا، اور اس کو عام کرنا، مثلاً فلاں رکوع صحیح طریقہ سے ادا نہیں کرتا۔ اور نہ ہی اچھی طرح نماز پڑھتا ہے۔ تہجد سے تو اس کو کوئی واسطہ ہی نہیں ہے اور نوافل کا حال اللہ جانے، اگر کبھی نماز کی توفیق ہو گئی تو مکروہ وقت میں ادا کرتا ہے۔ غرضیکہ اس کی مذہبی عبادات میں نقصان تلاش کرکے اس کو رسوائی کا ذریعہ بنانا۔

دسویں قسم: کسی کی بات، کسی کی کوئی حرکت، اور کسی کا کوئی کام اس انداز سے پیش کرنا کہ اصل فرد کو جب وہ بات معلوم ہو تو رنج پہونچے، مثلاً فلاں تو بہت جھوٹ بولتا ہے، اور شراب پینے کی تو اس کو عام عادت ہے، اکثر چوری کرتا ہے، فلاں بہت بدزبان ہے بات بات پر گالی دیتا ہے۔ غرضیکہ اس کی کوئی معمولی سی حرکتِ بے جا کو بڑی غیر معمولی حرکت کے طور پر پیش کرکے اس کو رسوا کرنا۔ بدقسمتی سے یہ مرض آج کے علمائے سو میں بہت عام ہو گیا ہے۔

یارہویں قسم: کسی کی غیبت کرنا اس کے کسی واقعہ کو بنیاد بنا کر، یا اس کی طرف کوئی غلط بات منسوب سکے یہ غیبت صراحۃً بھی ہوتی ہے اور کبھی یہ غیبت اشارۃً بھی ہوتی ہے چنانچہ بعض مرتبہ ایک شخص ے مجلس میں بیٹھا ہوا ہے اسے علم نہیں ہے لیکن فتنہ پرور شخص اس کی طرف اشارہ اور کنایہ سے ایسی کوئی ے منسوب کرتا ہے جو باعث تکلیف ہوتی ہے۔ کبھی کوئی لنگڑا ہے یا لولا ہے اب دوسرا شخص جو تندرست انا ہے وہ اس کے لنگڑے پن کی نقل اتارتا ہے۔ کوئی بولنے میں معذور ہے تو دوسرا شخص اس کے گونگے کی نقل اتارتا ہے۔ بعض اوقات ایک شخص کسی کا نام نہیں لیتا لیکن قرائن ایسے پیش کرتا ہے کہ ہر شخص ذہن متعین شخص کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے غرضیکہ نقل و حکایت، صراحۃ و اشارہ ہر طریقے سے بت کی جا سکتی ہے۔

مذکورہ بالا قسمیں تو اس وقت عام ہیں اور یہ سب قسمیں غیبت میں داخل ہیں لہذا ہمیں ان تمام کورہ بالا طریقوں سے بچکر زندگی گزارنا چاہیئے اور کسی بھی طریقہ سے خواہ وہ مذہب کے نام پر ہو یا جسم ر لباس کے اعتبار سے ہو، طرز زندگی اور طریقۂ عبادات کے اعتبار سے ہو یا حسب نسب اور خاندان ے اعتبار سے ہو ہر طریقہ کی غیبت حرام ہے۔ اور اس کی قرآن و سنت میں عام ممانعت ہے لہذا ہم ن تمام اقسام میں غور کر کے غیبت کے ہر طریقہ سے بچ کر اس بدترین کبیرہ گناہ سے خود کو محفوظ رکھ ر خالص اسلامی طریقہ پر زندگی گزارنے کا عہد کریں اور اسلامی معاشرہ میں اسلامی تعلیمات کو ام کرنے کا ذریعہ بن کر لوگوں کو اپنے کیرکٹر اور کردار سے اسلام قبول کرنے کا ذریعہ ثابت ہوں۔

اللہ رب العزت ہم سب کو غیبت سے محفوظ فرما کر اپنی خوشنودی عطا فرمائے۔ (آمین)

قسط ۳

قطعاتِ وفات شعرائے اُردو

عبدالرؤف خان ایم اے ہسٹری اودے کلاس (راج)

یا ہا پا نون جیم تا نون کا ف الف ہا یا نون واو حا ہا الف نون یا سین ہا یا الف نون یا سین ۱۸۷۳ نیز پہلے مصرع میں "ملا یکتا" سے مراد ایک عدد کا تدخلہ ہے لہذا ۱۸۷۳ء۔ لیکن ہجری سنہ کے لئے ہمارے معلومات کی حد تک کئی حضرات نے بغیر حل کے آگے ۱۲۹۱ رکھ دیا ہے۔ جبکہ ہجری سنہ زبر و بینہ کے ذریعہ نہیں بلکہ ضعت ضرب میں ہے۔ قرینہ پنجتن سے واضح ہے یعنی بڑے ہجری سنہ مادہ " انیس ہائے انیس" ہے جن کے اعداد (۲۵۸) ہوتے ہیں۔ ان کو پانچ سے ضرب دیا تو ۵×۲۵۸ = ۱۲۹۰ حاصل ضرب آیا۔ اس میں ملا یکتا کی رُو سے ایک عدد کا تدخلہ کر دیا تو ۱۲۹۱ حاصل ہو گیا۔ رئیس سلیس، نفیس وغیرہ انیس کے بیٹے اور جلیس پوتے کا نام ہے۔ آغا حجو شرف نے بھی بہت عمدہ تاریخی قطعہ کہا :-

شبیر کی وِلا سے جنابِ انیسؔ کو	فردوس میں ملا ہے عجب گلشنِ نفیس
دنیا میں انکو عشق دلی تھا حسینؑ سے	مدّاح تھے یہ، معتقد ان کے تھے سب رئیس
منبر بلا جناں میں تو رضواں نے یوں کہا	تم ہو خطیب عرشِ الٰہی کے ہم جلیس
اُن کے بیاں پہ وجد میں روح القدس ہوئے	کہنے لگے سنی نہیں ایسی زباں سلیس

عالم نے کی دعا منہ رحلت میں اے شرفؔ
"روحِ امین عرش مبارک ہو اے انیسؔ" ۵ ۱۲۹۱ھ

---

۲۵ ماہنامہ آجکل نئی دہلی نومبر ۱۹۸۷ء ص ۱۰

[illegible] ذریب لغم "لاریب ... اللہ ذریب ..." ۱۲۹۱ھ

... کا زبردست اختلافات ہیں کیونکہ مادہ مختلف ٹکڑوں کے زبر یا بینہ یا زبر و بینات لیتے ہوئے حل کیا گیا ہے مثلاً ایک حل ملاحظہ فرمائیں :۔

"طور سینا" کا زبر (۳۳۶) "بے" کا زبر و بینہ (۱۴) "کلیم اللہ" کا زبر (۱۶۶) "منبر پیغمبر" کا زبر و بینات (۷۷۵) = ۱۲۹۱ھ۔ یعنی مکمل مادہ صنعت زبر و بینہ میں نہیں ہے۔ اس طرح ٹکڑوں میں تاریخ کم از کم بیس طرح حل ہوتی ہے گویا نہایت دماغ سوز اور بکھیڑے بھری ہے جو علاحدہ مضمون کی متقاضی ہے۔ بعض دیگر تاریخوں کو ہم نے مضمون کی طوالت کے مدنظر یہاں حذف کر دیا ہے۔

دبیر : سلامت علی نام ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ چھ سات برس کی عمر میں اپنے والد مرزا غلام حسین کے ہمراہ لکھنؤ چلے گئے۔ پندرہ برس کی عمر میں مرثیہ گوئی شروع کی اور آخری دم تک مراثی کہتے رہے۔ ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں لکھنؤ ہی میں وفات پائی۔ سید حسن لطافت نے تاریخ کہی، جو لطیف تعمیہ (تخرجہ) میں ہے۔[۲۶]

صائبِ وقت انوریِ عصر سحبانِ جہاں دعبلِ دوراں و حسانِ زماں مرزا دبیر
صاحبِ عز و شرف مداحِ آلِ مصطفےٰ تھے فرزدقِ مرتبہ روح القدس کے ہمصفیر
سمتِ ملکِ جاوداں اس دارِ فانی سے گئے داغ بر دل، خاک بر سر غم سے ہیں برنا و پیر
روزِ سہ شنبہ تھا اور سلخِ[عـہ] محرم وقتِ صبح ماتم شہ میں ہوئے یہ ماہ الم کے ساتھ اخیر (دکھا)

---

[۲۶] پندرہ روزہ "شاعر" آگرہ یکم دسمبر ۱۹۳۱ء ص ۹۔

عـہ ہر مہینے کی آخری تاریخ کو سلخ کہتے ہیں ۔ ۱۲

... تھے مدام اس دور میں مست مئے خم غدیر
... ہو گیا تھا اہل دل تھے رجوع قلب سے شاگرد دلگیر و ضمیر
مجلس ہندستان میں ویران ہیں ماتم سرا ہائے وہ گریہ نہ وہ شہرے نہ وہ جم غفیر
... فکر سال جب مجھکو ہوئی آئی ہاتف کی صدا یہ تخرجہ ہے بے نظیر
ہاں الم سے سر اوٹھا کر لکھدے تاریخ وفات
"باغ بے بلبل ہے، ہندستاں لطافت بے دبیر"[۲۷] ۱۲۹۲ھ

... کا حل :- باغ - بلبل + ہندوستان - دبیر
(۱۰۰۳ - ۶۴) ۹۳۹ + (۵۷۰ - ۲۱۶ =) ۳۵۴ = ۱۲۹۳ لیکن پہلے مصرع
... الم" کا سر یعنی الف کا ایک عدد اوپر اٹھایا (ساقط کیا) جائے گا۔ ۱۲۹۳ - ۱ = ۱۲۹۲ھ
... ہوا اسم ... بے" ہمیشہ تخرجے کے لئے ہی نہیں آتا۔ بعض تراکیب میں "بے" نافیہ شامل ہوتا ہے
... بے پرواہ، بیدل، بیدماغ وغیرہ اور تاریخ میں قرینے نیز وسعت مطالعہ سے یہ
... جاتا ہے کہ یہاں "بے" برائے نفی استعمال نہیں ہوا ہے۔ مثلاً شہزادہ مرزا جہانگیر ابن
... متوفی ۱۲۳۷ھ کے قطعہ کا بیت تاریخی ہے :-

شد عیاں ایں مصرعہ از ترکیب "آہ"
"حیف بے رونق الہ آباد گشت" ۱۲۳۰ + ۷ = ۱۲۳۷ھ

"آہ" کے سات عدد لیتے ہوئے تاریخ مکمل کی گئی ہے۔ یہاں "بے رونق" میں بے نفی کا نہیں ہے۔
آغا جو شرف نے انیس و دبیر کی ایک مصرع سے تاریخیں برآمد کی ہیں :

"ہے ہے غم انیس میں"، "غم ہے دبیر کا"[۲۸]
نیز کسی نے اسے یوں کہا: "غم انیس میں ہے ہے" دیا دبیر کا غم[۲۹] ۱۲۹۲ھ
(۱۲۹۱ھ ... ۱۲۹۲)

---

۲۶ حضرت شیعہ کی عید۔ (۲۷) ریاض لطافت ص ص ۶۴ - ۳۶۳ -
۲۸ ماہنامہ نیا دور فروری ۱۹۹۵ء ص ۱۷ (۲۹) تاریخ ادب اردو ص ۲۷۲ ج ۲ ط

سید محمد علی جویا کے دو قطعات (اردو) خیابانِ تاریخ صفحہ ۶۰ پر دیکھیں ۔ دبیر نے وفات انیس پر جو تاریخ کہی اس کا مختصر سال بیت ہے :۔

سالِ تاریخش بزبر و بینہ شد زیب نظم "طورِ سینا بے کلیم اللہ و منبر بے انیس"[۲۶] ۱۲۹۱ھ

اس تاریخ پر اساتذۂ فن میں زبردست اختلافات ہیں کیونکہ مادہ مختلف ٹکڑوں کے زبر یا بینہ یا زبر و بینات لیتے ہوئے حل کیا گیا ہے مثلاً ایک حل ملاحظہ فرمائیں :۔

"طورِ سینا" کا زبر (۶۳۳) "بے" کا زبر و بینہ (۱۴) "کلیم اللہ" کا زبر (۱۴۶) "و منبر بے انیس" کا زبر و بینات (۵۰۷) = ۱۲۹۱ھ ۔ یعنی مکمل مادہ صنعتِ زبر و بینہ میں نہیں ہے ۔ اس طرح ٹکڑوں میں تاریخ کم از کم بیس طرح حل ہوتی ہے گویا نہایت دماغ سوز اور بکھیڑے بھری ہے جو علاحدہ مضمون کی متقاضی ہے ۔ بعض دیگر تاریخوں کو ہم نے مضمون کی طوالت کے مدنظر یہاں حذف کر دیا ہے ۔

دبیر : سلامت علی نام ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء میں دہلی میں پیدا ہوئے ۔ چھ سات برس کی عمر میں اپنے والد مرزا غلام حسین کے ہمراہ لکھنؤ چلے گئے ۔ پندرہ برس کی عمر میں مرثیہ گوئی شروع کی اور آخری دم تک مراثی کہتے رہے ۔ ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں لکھنؤ ہی میں وفات پائی ۔ سید حسن لطافت نے تاریخ کہی، جو لطیف تعمیہ (تخرجہ) میں ہے ۔

صائبِ وقت انوریِ عصر سحبانِ جہاں	دعبلِ دوران و حسانِ زماں مرزا دبیر
صاحبِ عز و شرف مداحِ آلِ مصطفٰے	تھے فرزدق مرتبہ روح القدس کے ہمصفیر
سمتِ ملکِ جاوداں اس دارِ فانی سے گئے	داغ بر دل، خاک بر سر غم سے ہیں برنا و پیر
روز سہ شنبہ تھا اور سلخِ[عـہ] محرم وقتِ صبح	ماتم شہ میں ہوئے یہ ماہ الم کے ساتھ ابر (دکفا)

---

۲۶ پندرہ روزہ "شاعر" آگرہ یکم دسمبر ۱۹۳۱ء ص ۹ ۔

عـہ ہر مہینے کی آخری تاریخ کو سلخ کہتے ہیں ۔ ۱۲

مدحِ حیدر میں عجب تھا جذب اور جوش و خروش | تھے مدام اس دور میں مست مئے خُمِ غدیر[۲۶]
ہر طرح اللہ نے اونکو کیا تھا اہلِ دل | تھے رجوعِ قلب سے شاگردِ دلگیر و ضمیر
مجلسیں سنسان ہیں ویران ہیں ماتم سرا | ہائے وہ گریہ نہ وہ شہرے نہ وہ جمِ غفیر
واقعہ جب سنکے فکرِ سال جب مجھکو ہوئی | آئی ہاتف کی صدا یہ تخرجہ ہے بے نظیر

ہاں الم سے سر اوٹھا کر لکھدے تاریخِ وفات
"باغ بے بلبل ہے، ہندستاں لطافت بے دبیر"[۲۷] ۱۲۹۲ھ

مادہ کا حل :۔ باغ۔ بلبل + ہندوستان۔ دبیر
(۳-۱۰۰۳-۶۴) ۹۳۹+(۵۸۰-۲۱۶ =) ۳۵۴ = ۱۲۹۳، لیکن پہلے مصرع کی رُو سے "الم" کا سر یعنی الف کا ایک عدد اور اٹھایا (ساقط کیا) جائے گا۔ ۱۲۹۳-۱ = ۱۲۹۲ھ
لیکن واضح ہو کہ "بے" ہمیشہ تخرجہ کے لئے ہی نہیں آتا۔ بعض تراکیب میں "بے" نافیہ شامل رہتا ہے
مثلاً بے نیاز، بے پرواہ، بیدل، بیدماغ وغیرہ اور تاریخ میں قرینے نیز وسعتِ مطالعہ سے یہ احساس ہو جاتا ہے کہ یہاں "بے" برائے نفی استعمال نہیں ہوا ہے۔ مثلاً شہزادہ مرزا جہانگیر ابن اکبر ثانی متوفی ۱۲۳۷ھ کے قطعہ کا بیتِ تاریخی ہے :۔

شد عیاں ایں مصرعہ از ترکیب "آہ"
"حیف بے رونق الہ آباد گشت" ۱۲۳۰+۷ = ۱۲۳۷ھ

"آہ" کے سات عدد لیتے ہوئے تاریخ مکمل کی گئی ہے۔ یہاں "بے رونق" میں بے نفی کا نہیں ہے۔
آغا جو شرف نے انیس و دبیر کی ایک مصرع سے تاریخیں برآمد کی ہیں :

"ہے ہے غم انیس ہیں،" "غم ہے دبیر کا"[۲۸]
بزرگی نے اسے یوں کہا "غم انیس میں ہے ہے" "دیا دبیر کا غم"[۲۹] ۱۲۹۱ھ ۱۲۹۲ھ ۱۲۹۲ھ

۲۶ھ حضرتِ شیعہ کی عید۔ (۲۷ھ) ریاض لطافت ص ص ۶۴-۳۶۳۔
۲۸ھ ماہنامہ نیا دور فروری ۱۹۹۵ء ص ۱۶ (۲۹ھ) تاریخ ادب اردو ص ۲۷۲ ج ۱

سحر: شیخ امداد علی نام اور سحر تخلص تھا۔ ناسخ کے تلامذہ میں سب پر گوے سبقت لے گیا۔ ۱۲۹۵ھ میں رحلت کی شیخ محمد جان شاد لکھنوی نے صنعت مہملہ وحسابیہ میں خالی تاریخ کہی:

مہملے کے حرف مصرع سحر　　سحر کے یوں سنین شاد لکھو
چھ دہائی سے جو بڑھیں آحاد　　ضرب وہ سات، پانچ میں کر لو
ہو چکیں ضرب جب وہ سات اعداد　　سیکڑے پھر سہ چند کیجئے تو

رحلت سحر کی یہ ہو تاریخ
"آشنا تھا غریق رحمت ہو"[30] ۱۲۹۵ھ

مادہ کے حروفِ مہملہ یہ ہیں:- " آ + ا + ھ + ا + ر + ر + ح + م + ہ + و بحساب ابجدان کے اعداد کا میزان ۴۶۷ ہوتا ہے۔ دوسرے شعر کے پہلے مصرع کی رو سے چھ دہائی یعنی ساٹھ سے (۷) بڑھ رہے ہیں، ان کو چوتھے مصرع کی رو سے (۵) سے ضرب کیا۔ ۵×۷ = ۳۵ ہوئے۔ اب چھٹے مصرع کے بموجب سیکڑے یعنی (۴۰۰) کو (۳) سے ضرب دے کر سہ چند کیا تو ۳×۴۰۰ = ۱۲۰۰ ہوئے۔ اب ۳۵+۶۰ (جو اپنے مرتبہ پر موجود تھا) + ۱۲۰۰ کا میزان کیا تو ۱۲۹۵ حاصل جمع آیا اور یہی ہجری سنہ مطلوب تھا۔

اسیر: منشی مظفر علی خاں اسیر لکھنوی مصحفی کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ امیٹھی میں پیدا ہوئے نوابان اودھ سے مدبر الملک بہادر جنگ کا خطاب پایا چوراسی برس کی عمر میں سترہویں ربیع الاول ۱۲۹۹ھ کو دو بجے لکھنؤ میں رحلت فرمائی۔ کاظم حسین کاظم پھپھوندوی اور دیگر شعراء نے تاریخیں کہیں۔ کاظم کا قطعہ جو حسنِ تضاد کا اعلا نمونہ ہے، پیش ہے:-

گزرے جہاں سے آہ مظفر علی اسیر　　آگاہ خاص و عام ہیں اونکی صفات سے
فنِ سخنوری میں وہ استادِ وقت تھے　　تھا شاعری کا رتبہ بلند اونکی ذات سے
گو اک جہاں کو رنج ہے اونکے فراق کا　　تھے نیک، راحت اونکو ہے اپنی وفات سے

۳۰۔ تاریخ لطیف ص ۲۹

دنیا ہے سجنِ مومن اور اس سے رہائی موت   وہ کون ہے جو خوش نہ ہو اپنی نجات سے
(مفہوم حدیث پاک مصرعِ اول)
کاظم نے سالِ ہجری، مرگ ادن کا یہ لکھا
"اچھا اسیر چھوٹا قید حیات سے"[31] ۱۲۹۹ھ

نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی نے صنعتِ انگشتان و انامل (انگلیوں اور پوروں) میں درج ذیل خوبصورت قطعہ کہا:

اسیر خوش سیر خوش وضع خوش فکر   ہوئے راہی سوئے دار البقا جب
تو ہاتف نے برائے سالِ رحلت   سوائے نر اٹھادیں انگلیاں سب
مگر گن گن کے دو انگلی کے پورے   کہا لکھ لے انھیں اے ہوش تو اب
رہیں باقی جو دو اُن کا سرِ اکبر   جھکا دینا کہ ہو جائے مؤدب[32] ۱۲۹۹ھ

حل: قطعہ میں حروفِ ابجدی کے بجائے صرف ہاتھ کی انگلیوں اور پوروں کے ذریعہ مطلوبہ سال برآمد کیا ہے یعنی چوتھے مصرعے کے بموجب نر انگشت یعنی انگوٹھے کو چھوڑ کر باقی چار انگلیاں اٹھادی جائیں پھر دو انگلیوں کے پوروں کو دو بار گنا جائے کیونکہ ہاتف نے تاریخ گو سے دو انگلیوں کے پوروں کو گن گن کے "اب" لکھنے کو کہا ہے۔ یہ محض اشارہ ہے اصل عدد پوروں کو دو بار گننے سے حاصل ہوتا ہے، وہ یوں کہ ایک انگلی کے تین پور ہوتے ہیں لہذا دو انگلیوں کے چھ ہوئے اور دو بار گننے پر بارہ (۱۲) اس طرح ہزار اور سیکڑے کے اعداد حاصل ہو گئے۔ باقی دو انگلیوں کے سرِ کبر کو جھکا دیں، دونوں "۹۹" بن جائیں گی اس طرح ۱۲۹۹ حاصل ہو گئے مراد پہلے پورے کو جھکا دینے سے ہے یہ دونوں (۹۹) اکائی و دہائی پر شمار ہوں گے۔

لطافت: سید حسن لطافت صاحب دیوان شاعر تھے۔ تاریخ گوئی کا ملکہ راسخ تھا![33]

---

۳۱ نشیدِ کاظم از کاظم حسین ص ۵۷ مطبع اسرارِ کریمی الہ آباد ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء۔
۳۲ تاریخ لطیف ص ۲۵۔

میں وفات پائی۔ اُن کے تلامذہ میں سے بیشتر نے قطعات وفاتِ لطافت کہے۔ ان میں سے دو
دو تین پیش ہیں شیخ رحیم بخش نے یہ قطعہ کہا:

اوٹھے میرے استاد دنیا سے ہائے — نہ باقی رہا شاعری کا مزا
ہوئی طبع کو فکرِ تاریخ جب — تو یہ ہاتفِ غیب نے دی ندا[۳۳]
رقم کر پئے سالِ ہجری کلیم — "فنا آج بے مثل شاعر ہوا" ۱۳۰۱ھ

منشی امیر احمد مینائی نے بالکل نرالے انداز کی تاریخ بزبان فارسی کہی، جس کی مثال شاید ہی ملے:

خرد چوں وفاتِ لطافت شنید — پئے سالِ رحلت بہر سو دوید
گزشت از شمارِ حروف و نقاط — ہم از مصرعِ سال اضافت کشید
پس آنگہ بگفتا کہ بشنو امیر
"لطافت بحدِ لطافت رسید"[۳۴]

یعنی عقل نے جب لطافت کی وفات کی خبر سنی تو (وہ) برائے سال ہر طرف دوڑی (تب) اس نے مصرعِ سال میں سے حرفوں اور نقطوں کو گن کر خارج کیا اور ساتھ ہی اضافت بھی کھینچ لی (ساقط کر دی) تو (عقل نے) اُسی وقت کہا کہ امیر سُن: "لطافت بحدِ لطافت کشید" سے سالِ رحلت برآمد ہوتا ہے۔ حل یہ ہے کہ مادہ کے تمام حروف سترہ (۱۷) ہیں، نقاط نو (۹) اور اضافت ایک (۱)۔ ان کا میزان ۱۷ + ۹ + ۱ = ۲۷ ہوا۔ اور مصرعِ مادہ کی کل قیمت ۱۳۲۸ ہوتی ہے۔ اس میں سے ۲۷ عدد ساقط کئے تو (۱۳۲۸-۲۷ =) ۱۳۰۱ حاصل ہو گیا جو مطلوب تھا۔

نیر: نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں۔ نیر نے ۱۳۰۲ھ میں وفات پائی۔ میر مہدی مجروح نے تاریخی مرثیہ کہا۔ جسے حضرتِ دہلی مرحوم کا مرثیہ کہنا بھی بجا ہے:

---

۳۳ ریاضِ لطافت ص ۳۷۶

۳۴ حوالۂ ماقبل ص ۳۷۰

شہر دہلی کو تفوق تھا انہیں باتوں سے کہ نظر آتے تھے ہر فن کے یہاں اہلِ کمال

محفلِ شعر کے تھے صدر نشینوں میں یہی غالبِ سحر بیاں، شیفتۂ مغز مقال

مولوی علوی و صہبائی و ذوق و مومن اور نیز ہر ایک سخن سنج تھا بے مثل مثال

تھوڑے ہی عرصے میں ویران کدۂ دنیا سے راہیٔ ملکِ عدم ہو گئے یہ نیک خصال

ان میں سے ایک یہ تھے حضرتِ نیر باقی آہ ان کے بھی لئے آ گیا پیغامِ زوال

بادہ پیمائے اجل ہو گئے سرمستِ سخن اب نہ وہ بزم، نہ وہ ساقی خورشید جمال

میکدہ ہو گیا سنسان، پڑے ہیں ہر سو ٹوٹے پھوٹے کہیں ساغر تو کہیں جام سفال

"اب وہ باقی نہ رہی رونقِ شہرِ دہلی" ۱۳۰۲ھ

بہرِ تاریخ یہ کیا خوب ہے ہاتف کا مقال [35]

مولانا الطاف حسین حالی نے نواب صاحب کے سانحۂ ارتحال پر فارسی میں صنعت خارجی و داخلی میں یہ خوبصورت قطعہ کہا:

وردا کہ ضیاءِ دینِ احمد بربست رختِ سفر از جہاں کہ جائے الم ست

از طاق و زایوان و نہ بزم و جلسا

بگسستہ بہ "رحمتِ الٰہی" پیوست [36]

یعنی ہائے افسوس کہ "ضیاء دین احمد" نے اس جہان سے جو کہ جائے الم ہے، جانے کے لئے سامانِ سفر باندھ لیا (اور) "طاق و ایوان و بزم و جلسا" (ہمنشیناں) سے رشتہ توڑتے ہوئے، "رحمتِ الٰہی" کے ساتھ پیوست ہو گیا۔ تاریخ اسطرح حاصل ہوتی ہے کہ "ضیاء دین احمد" کے اعداد، ہمزہ کا ایک عدد محسوب کرتے ہوئے، (۹۲۹) ہوتے ہیں، ان میں سے "طاق ایوان" بزم اور جلسا" کے اعداد ۱۳۲۱ ساقط کر دیئے جائیں تو (۶۰۸) حاصل باقی آئے گا۔ اب

---

[35] مظہر معانی معروف بہ دیوانِ مجروح ص ص ۳۹۔۲۳۸ سرفراز پریس دہلی ۱۳۱۶ھ

[36] دیوانِ حالی ص ۱۸۲ انوار المطابع لکھنؤ ۱۵ راگست ۱۹۲۲ء

۶۰۸ عدد "رحمت الہی" کے عدد (۶۹۴) میں جمع کر دیئے گئے تو ۱۳۰۲ حاصل ہو گئے مختصر صورت یہ ہوگی (۶۹۴+۳۲۱-۹۲۹=) ۱۳۰۲ھ۔

ہوش: نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی نبیرۂ حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں صاحب بہادر روہیکھنڈ، ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۹۲ء (۱۳۰۲ھ) میں راہی ملک بقا ہوئے۔ ہوش بریلی کے مشہور شاعر، مورخ اور طبیب حاذق تھے۔ اُن کو قصیدہ نگاری میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ وہ دومانِ روہیلہ کے بے حد ہر دلعزیز فرد اور مربی سخن تھے۔ ہوش کی عرفیت بنّے میاں تھی۔ قطعہ وفات مولوی سید قاسم علی خاں خواہاں بریلوی نے کہا ہوش کی لوحِ قبر پر یہ کتبہ کندہ ہے:۔

"آرامگہِ طبیب زمن نواب نیاز احمد خاں ہوش اعلی اللہ مقامہٗ" ۱۸۹۲ء خواہاں کا قطعہ یہ ہے:

اوٹھ گیا فخرِ خانداں کیا	صدمۂ جاوداں ہے دنیا کو
نامِ نامی نیاز احمد خاں	ہر زباں بر زباں ہے دنیا کو
دفن زیرِ زمیں ہوا نواب	غم تہِ آسماں ہے دنیا کو
آں حکیم و مورخ و شاعر	جو ہر اُس کا عیاں ہے دنیا کو

لکھ یہ تاریخ فوت اے خواہاں
"غم بنّے میاں ہے دنیا کو" ۱۳۰۹ھ

دیگر از راجہ عنایت سنگھ عنایت:

از روے الم کہو عنایت تاریخ
"جنت کو گئے نیاز احمد خاں واے"[۳۸] ۱+۱۳۰۸=۱۳۰۹ھ

---

۳۷ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۹۵ء ص ۴۴۳

۳۸ ایضاً اپریل ۱۹۸۱ء ص ۲۷۳۔